حافظہ سندس حنیف
اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔
ڈاکٹر محمد آصف اعوان
صدرِ شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

اردو کے ملفوظاتی ادب کی علمی افادیت: تحقیقی مطالعہ

Hafiza Sundas Hanif
PhD. Scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad
Dr. Muhammad Asif Awan
Chairman, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad

Academically Signification of Malfozati Literature of Urdu: A Research Study

Malfozati literature is considered an important asset in cultural and intellectual history of Subcontinent. This kind of literature throws light on the personal life experiences, thoughts and ideologies of great thinkers as well as it deals with intellectuality, economical situations, literary motivations and also the social trends of any specific era and personality. Malfozat may contain on summary of thousands of experiences and lifetime studies. The reader finds too much lessons and interesting information in just spending minor time, because this literature always has keen benefits to forward for humanity and Urdu linguistics. This study plays a vital role to identify the basic aspect of Malfozati literature and its signification in Urdu Literature as personal life experience of any intellectual entity. In this study, analytical methodology has been used to examine the literature and descriptive method for the narration of different point of views. Author finds that Malfozat have an ethical impact on society, shows the accurate and inner sides of culture and traditions, as well as its importance for the people so they may be able to get benefits from intellectual advices.

Keywords: *Malfozat, literature, linguistics, Urdu.*

تعارف:

علوم وفنون کسی بھی قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی کوششوں سے جن علوم وفنون کو فروغ نصیب ہوا، ان کا سرچشمہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ کا مطالعہ ہے۔ قرآن کے فہم کے لیے جہاں قرآن وحدیث سے مدد لی جاتی تھی تو اس کے ساتھ ساتھ لغت، فقہ اللسان، قواعد صرف ونحو اور فصاحت وبلاغت کے اصولوں پر بھی توجہ مرکوز کی گئی۔ تدوین احادیث اور ان کی صحت کے اصولوں کو متعین کرنے کے لیے تاریخ، اسماء الرجال اور علم وجرح وتعدیل کو ترقی نصیب ہوئی۔ آگے چل کر لسانیات، قواعد، لغت نویسی، سوانح نگاری جیسے سینکڑوں علوم، قرآن وحدیث کے مطالعہ اور فہم کی بدولت وجود میں آئے۔ انہی علوم میں ملفوظات کی تدوین وترتیب کا فن بھی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی صدیوں کی کاوشیں محفوظ ہیں۔

ملفوظات کالغوی مفہوم:

ملفوظات جمع ہے، اس کا واحد "ملفوظ" بروزن مفعول، لفظ سے مشتق ہے۔ اور لفظ حروف کے مجموعے کا نام ہے۔ علم معانی کے مصنف "لفظ" کا معنی یوں لکھتے ہیں:

"لفظ ما يتلفظ به الانسان"(۱)

یعنی لفظ وہ چیز ہے جس سے انسان تلفظ بیان کرتا ہے۔

اسی معنی میں قرآنی آیت میں بھی یہ لفظ موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ"(۲)

"منہ سے بات نکالنے کی دیر ہے اس کے پاس ایک فرشتہ تیار ہے جو راہ دیکھ رہا ہے"

المنجد کے مطابق "لفظ" کے معنی کلمہ، بات، بامعنی کلام اور بولے جانے والے کلمے کے ہیں۔(۳)

نوراللغات میں ملفوظ کے معانی درج ذیل بیان کیے گئے ہیں:

"پڑھا گیا، جو پڑھنے میں آئے، مقولے بزرگوں کے، وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کے حالات ان کی زبانی لکھے گئے ہوں"(۴)

فرہنگ آصفیہ میں ملفوظ کے معانی یوں لکھے گئے ہیں:

"بزرگوں کا کلام، اولیاء اللہ کا کلام، وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کی کیفیات ان کی زبانی لکھی گئی ہوں"(۵)

فیروزاللغات میں ملفوظات کے معانی یوں درج ہیں:

"پڑھا گیا، جو پڑھنے میں آئے، منہ سے بولی ہوئی بات"(۶)

جدید فہم اللغات میں ملفوظ کے معانی یہ ہیں:

"بزرگوں کے مقولے، وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کے حالات لکھے گئے ہیں"(۷)

الغرض ملفوظ کے جتنے بھی معانی مختلف لغات میں بیان کئے گئے ہیں ان سب کا مفہوم مماثلث رکھتا ہے۔

ملفوظات کا اصطلاحی مفہوم:

ملفوظات سے مراد وہ اقوال جو کسی اہم شخصیت نے اپنے یا کسی اور علمی، ادبی شخصیت کے بارے میں کسی ثقہ راوی کے سامنے بیان کئے ہوں۔ اپنے کلام کی تشریح کی ہو، اپنی دل چسپیوں کے بارے میں تبصرہ کیا ہو، اپنے نظریات بیان کئے ہوں غرضیکہ زبانی کوئی ایسی بات کی ہو جس سے اس کے فن، سوانح، نظریات یا اس عہد کے بارے میں کچھ روشنی پڑتی ہو۔

ملفوظات کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں پروفیسر محمد اسلم رقم طراز ہیں:

"ملفوظات مجموعہ ہوتے ہیں ان بیانات کا جو اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی ترغیب و تحریص کے لئے صوفی بزرگ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے مجمع میں بیان کرتے تھے اور کرتے ہیں ان میں سامعین کی استعداد کا، ان کے امراض قلبیہ کے دفعیہ کا اور ان کی روحانی ترقی کا پورا پورا لحاظ ہوتا ہے۔ اکابر اولیاء اللہ کا ذکر بھی آجاتا ہے جو اثر اور تاثیر کو دوبالا کر دیتا ہے۔ ملفوظات کو اشارات و ارشادات اور اقوال و فوائد بھی کہتے ہیں اور ان کے مجموعوں کو کتب اہل سلوک اور کتب مشائخ سے تعبیر کرتے ہیں"(۸)

علامہ شبلی نعمانی ملفوظات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"علمائے ظاہر کی تصنیفات میں شریعت کے جو اسرار کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں، یہ در حقیقت انہی عارفین کے افادات ہیں جو ان کی زبان سے کبھی کبھی نکل جاتے ہیں"(۹)

ڈاکٹر وحید قریشی ملفوظات کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"ملفوظ، صوفیائے کرام کی اس بات کو کہتے ہیں جو وہ احباب اور مریدوں کی مجلس میں کسی دینی یا عرفانی موضوع پر کرتے ہیں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کی خصوصی باتیں

"احادیث" اور صحابہ کی باتیں "اخبار" کہلاتی ہیں۔اسی طرح صوفیائے کرام کی خصوصی گفتگو کے لئے "ملفوظ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔جس طرح یادداشت کے ذریعے احادیث اور اخبار کو محفوظ کیا گیا۔اسی طرح ملفوظات کے مجموعے بھی مرتب کیے گئے جو ملفوظاتی ادب کہلاتے ہیں"(۱۰)

ملفوظات کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:

"اصطلاح میں نسبتاً بے تکلفانہ ماحول میں بلاقید موضوع آزاد اظہار خیال ملفوظات کہلاتے ہیں"(۱۱)

گیان چند کے بقول:

"ملفوظات "صوفیان کرام یا مرشد کی زبان سے نکلے ہوئے ایک دو جملے یا اقوال ہیں۔ان کی دو اقسام ہیں: ایک وہ جن میں معمولی روزمرہ کی بات چیت ہوتی ہے دوسرے وہ ملفوظے جن میں زیادہ بامعنی اور اہم تر مفہوم ہوتا ہے"(۱۲)

خلیق احمد نظامی ملفوظات کے بارے میں کہتے ہیں:

"صوفیائے کرام نے سماج کے صحت مند عناصر کو ابھارنے اور اخلاقی قدروں کی فضیلت دل نشین کرنے کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی تھی، اس کی تفصیلات ملفوظات میں ہی ملتی ہے"(۱۳)

عام طور پر یہ اقوال وگفتار صوفیاء کرام، علمائے عظام، حکماء وصلحاء، اور مفکرین کے ہوتے ہیں، جن کو ان کے عقیدت مند بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ لکھتے ہیں، اور اس کو بعد والے لوگوں تک پہنچانے کے لیے مدون و مرتب کرتے ہیں۔

ملفوظات کی اہمیت:

شخصیت چونکہ اپنے اپنے ادوار کے نابغہ روزگار افراد ہوتے ہیں اس لئے حالات وواقعات کی ترتیب کے پیش نظر وہ تاریخ اور سماج پر اثر انداز ہوتے ہیں ان شخصیات کا تعلق کسی بھی شعبہ حیات سے ہو وہ تاریخ انسانی کا حصہ بن جاتے ہیں جو اپنے دور میں تو حالات وواقعات پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن بعد میں تاریخ انسانی کے پیش منظر کیلئے پس منظر کے طور پر سامنے آتے ہیں اور ماضی کی روشنی میں حال کو بنیاد بنا کر مستقبل کی تعمیر کرتے ہیں۔

ملفوظات کا اگر بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ عام طور پر روزمرہ کی مجالس میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی ہے جن میں تاریخ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ تہذیب و تمدن کا تذکرہ بھی چل نکلتا ہے۔ مقامی، ملکی اور بین الاقوامی حالات وواقعات اور سیاست بھی زیر بحث آجاتی ہے۔ مذہب بھی زیر گفتگو آجاتا ہے اور یہ سب کی سب گفتگو بظاہر بے ربط اور بے ترتیب ہوتی ہے جس کسی نے بھی جس موضوع پر جو دریافت کیا وہ موضوع زیر بحث آجاتا ہے لیکن جب ان میں ربط پیدا کر کے انہیں ترتیب دیا جاتا ہے تو گفتگوئیں اور وہ ملفوظات تاریخ بن جاتی ہے جن کی ایک تاریخی، سیاسی، سماجی، تہذیبی اور روحانی قدروقیمت سامنے آتی ہے۔ تاریخی لحاظ سے ملفوظات کی ایک اپنی نوعیت ہے وہ افراد جو تاریخ کا ایک حصہ ہوتے ہیں ان کی معلومات وقت گزرنے کے بعد تاریخ کی تدوین میں اپنا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کیوں کہ بعض خصوصی ملاقاتیں، مجالس، مذاکرات، حالات اور ذاتی واردات جو کسی واقعہ سے فکری، ذہنی اور جذباتی ہم آہنگی رکھتے ہیں تاریخ کے کسی گوشہ میں بھی رقم نہیں ہوتے۔ جو یا تو سینہ بسینہ چل رہے ہوتے ہیں یا پھر صفحہ قرطاس پر جلوہ گر ہو کر اس جہان تاریخ میں نئے ابواب کا اضافہ کرتے ہیں وہ بعض اوقات تاریخ کا رُخ بھی موڑ دیتے ہیں اور یوں شخصیت سے تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ وسطی صدیوں کے مورخین فارس کے نظریات کے تحت صرف بادشاہوں اور اہم مہمات کو ہی تاریخ کا حصہ بنانا ضروری سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں لکھی جانے والی تواریخ میں افراد معاشرہ کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔ برصغیر میں بہت سے محققین نے تصوف اور تاریخ تصوف کی مد میں گراں قدر اضافے کئے ہیں۔ ملفوظات کا گہرا مطالعہ اس دور میں سماجی، معاشرتی، معاشی، سیاسی حالات وواقعات کا بھی مظہر ہے۔

نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

"ممتاز صوفیہ اور ان کے خلفاء کے بارے میں قدیم ترین ماخذ "سیر الاولیاء" ہے۔ اس میں تصوف، تاریخ تصوف اور ہندوستانی معیشت کی تاریخ کے طالب علم کے لئے جتنا متنوع، مستند اور مفصل مواد موجود ہے اتنا اس عہد کی کسی کتاب میں نہیں"[۱۴]

سماجی، تہذیبی اور روحانی قدروقیمت اور اہمیت کے پیش نظر کسی بھی شخصیت کا اپنا ایک سماجی تعلق، دائرہ نیابت اور حلقہ اثر ہوتا ہے۔ سماجی شخصیات میں صرف وہ شخصیات ہی شامل نہیں جن کا تعلق صرف سماج سے ہو بلکہ وہ شخصیات بھی شامل ہیں جن کی شخصیت سماج پر مختلف پہلوؤں سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس میں سماجی، سیاسی، ادبی اور مذہبی شخصیات شامل ہیں۔ جو سماج اور تہذیب و تمدن کے مختلف گوشوں اور حوالوں سے افراد اور معاشرے پر

اپنی خصوصی چھاپ نقش کر دیتے ہیں۔ جن کے نام سے سماج، تہذیب و تمدن ایک حوالے کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ ایسی شخصیات کے اطوار حیات، طرز بود و باش، حلقہ نیابت و اثر اور تعلق، معاشرے پر ایک خصوصی چھاپ ڈال دیتے ہیں۔ ان کا طرز حیات و طریق بود و باش باعث تقلید اور ان کے ملفوظات کا ایک ایک لفظ ایک مخصوص اثر اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سرور الصدور میں تیرہویں صدی کی بعض اہم شخصیات کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات درج ہیں جس کے مطالعہ سے برعظیم میں قرون وسطیٰ میں مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں، معیاری تعلیم اور علمی فضا کے بارے میں بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ:

"سرور الصدور اس عہد کے مذہبی خیالات اور رجحانات کا پر اعتماد مرقع ہے"(۱۵)

اسی طرح پروفیسر محمد اسلم اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ:

"سرور الصدور میں سلطان التارکین کے ستائیس برسوں کے "فوائد معارف اور لطائف" درج ہیں"(۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ شخصیات کے ملفوظات کا ایک ایک نقطہ ایک مخصوص اثر و کردار اور اہمیت سے لبریز ہوتا ہے۔ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ تب ہی کسی سے متاثر ہوتا ہے جب اس میں کچھ امور کا پاس اور لحاظ ہوتا ہے ہر شخص کی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔ اس کے اپنے پہلو، نقطہ نظر، زاویہ نگاہ اور نظریہ حیات ہوتا ہے اس کے حلقہ میں بیٹھنے والوں کے لئے اس کا ہر عمل اور گفتگو کا ہر لفظ، باعث تقلید و تکریم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے طرز حیات، افکار و نظریات اور ملفوظات سے سماج ایک روحانی اور تہذیبی آسودگی حاصل کرتا ہے۔

ملفوظات کی تعلیمی اہمیت:

کسی مکتب فکر یا نظریہ حیات سے تعلق رکھنے والی شخصیت کے ملفوظات کی اپنی سماج میں ایک قدر و منزلت ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کی روشنی میں سماج کی تعمیر اور ترقی کا مرحلہ طے ہوتا ہے۔ ان کے ملفوظات کو سامنے رکھ کر متعلقین کے ذاتی حالات زندگی، افکار و نظریات کا واضح اور شفاف عکس منعکس ہوتا ہے۔ جو کہ مستقبل کی تعمیر اور واضح لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کے برعظیم پاک و ہند میں قرون وسطیٰ میں لکھے گئے ملفوظاتی ادب میں حضرت چراغ دہلی کے ملفوظات "خیر المجالس" کا بڑا بلند مقام ہے اس میں صاحب ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمد لودھی المعروف بہ چراغ دہلی نے اکتیس سال تک اپنے استاد کی مسند پر بیٹھ کر ان کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ اس بارے میں پروفیسر محمد اسلم تحریر کرتے ہیں کہ:

"خواجہ نصیر الدین محمد نے اکتیس برس تک اپنے شیخ طریقت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے مسند پر بیٹھ کر ان کا حق ادا کیا اور ہزاروں طالبان حق کی راہنمائی کر کے انہیں منزل مقصود تک پہنچایا"(۱۷)

یہی وجہ ہے کہ ملفوظات میں اس دور کے معاشرتی، تمدنی اور ثقافتی زندگی کا ایک جامع اور دلنشین تذکرہ ہوتا ہے۔اور ایک فارسی مثل کے مطابق "ہر چہ از دل خیز د و دل ریزد"۔ملفوظات دل کی آواز ہونے کی وجہ سے دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں یہی ملفوظات، ثقافت اور تہذیب و تمدن کا عظیم سرمایہ ہیں اور ان کی مدد سے تہذیب و ثقافت کی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے عظیم ثقافتی ورثے اور تاریخ سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ نثار احمد فاروقی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"صوفیاء کرام جنہوں نے دلوں کی دنیا میں اپنی روحانی حکومت قائم کر رکھی تھی۔وہ خود کو عوام اور مساکین کے طبقے ہی سے متعلق سمجھتے تھے اور ان کے تمام مسائل سے براہ راست اور سچی دلچسپی لیتے تھے۔ان کی خانقاہوں میں جو غریب، نادار، مصیبت زدہ اور مظلوم انسان آتے تھے ان کی ڈھارس بندھتی تھی اور ان کے زخموں کا مرہم ملتا تھا۔اس لیے عوام پر صوفیاء کرام کا اثر ان امراء اور بادشاہوں سے کہیں زیادہ تھا اور اسی لئے معاشرت اور ثقافت کے وہ تمام پہلو جو عوامی اشتراک کا مظہر ہوتے ہیں ان میں صوفیاء کی تحریک کا اثر و نفوذ پایا جاتا ہے"(۱۸)

اکثر اکابرین کے افکار و خیالات ان کی مستقل تصانیف اور تحریروں میں موجود ہوتے ہیں جو کہ مستقل اور اہم ہونے کے باوجود ان کی زندگی کے چند لمحات کی تخلیق ہوتے ہیں روزمرہ زندگی میں احباب اور عقیدت مندوں سے گفتگو میں بہت سے ایسے معاملات بیان ہوتے ہیں جو مستقل تحریروں میں جگہ نہیں پاتے لیکن ان سے ان کے افکار اور نظریات کی تشریح و تفسیر ہوتی ہے۔جیسا کہ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کے ملفوظات میں متاثر مغلوں کے دور حکومت کی تہذیب و ثقافت کی جھلک دکھائی دیتی ہے ان میں بعض ایسے حقائق سامنے آتے ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔مشہور مؤرخ سید معین الحق "ملفوظات شاہ عبدالعزیز کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ ملفوظات مختلف معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہیں۔شرعی احکام، تاریخی واقعات، تحقیقی نکات اور علمی بیانات غرضیکہ گوناگوں نوادرات کا ایک مختصر مگر دلچسپ دائرہ معارف ہے"[۱۹]

ملفوظات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی رقمطراز ہیں کہ:

"ملفوظات کے مطالعہ سے صاحب ملفوظات کی زندگی کے پوشیدہ پہلو سامنے آتے ہیں اور خاص طور پر بے تکلف دوستوں سے بات چیت میں ایسے اقوال وافکار منظر عام پر آتے ہیں جن کا مستقل تصانیف میں سراغ نہیں ملتا۔مستقل تصانیف میں قدم قدم پر احتیاط اور مصالح پیش نظر ہوتی ہیں جس سے انسان ایک خاص دائرہ میں مقید ہو کر رہ جاتا ہے۔اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان نہیں کر سکتا اسی لیے وہ اپنی تحریروں میں ایک ایمائی اور علامتی انداز اختیار کرتا ہے۔جب کہ روزمرہ مجلسی زندگی میں کہنے والا کھل کر بات کرتا ہے۔کسی مصلحت، کسی پابندی، لحاظ اور رکھ رکھاؤ کا اس کو احساس نہیں ہوتا گویا مجلسی زندگی میں شخصیت جس طرح کھل کر سامنے آتی ہے ویسے کسی تحریر میں ممکن نہیں"[۲۰]

اصول یہ ہے کہ کسی تحریر کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اس کے مصنف کے مزاج، افتاد طبع، نشست و برخاست اور روزمرہ زندگی کے معمولات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس سے جہاں صاحب ملفوظات کی زندگی کے نشیب وفراز سے آگاہی حاصل ہوتی ہے وہاں فن اور فنکار کی تفہیم میں بھی مدد ملتی ہے اسی وجہ سے درج ذیل نکات سے ملفوظات کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

۱۔ ملفوظات کی مدد سے صاحب ملفوظات کے ذاتی احوال اور سیرت سے گمشدہ گوشوں کا سراغ ملتا ہے۔جیسا کہ ملفوظات خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی میں اس کے مصنف ان کے ذاتی احوال اور سیرت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت نظام الدین ہر آنے والے کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے تھے خواہ وہ چار سال کا بچہ ہی کیوں نہ ہو"[۲۱]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ

"نماز فجر ادا کرنے کے بعد موصوف اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے اور وہاں پانچ چھ گھڑی عبادت میں مصروف رہتے۔اس وقت کسی کو بھی ان کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔معمولات سے فراغت کے بعد حضرت حجرے کا دروازہ کھولتے۔اس وقت اگر کوئی ملنے والے ہوتے تو دوپہر تک ان کے پاس بیٹھتے اور نماز ظہر ادا کر کے پھر اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے"۔(۲۲)

۲۔ صاحب ملفوظات کے عقائد، تعلیمات، افکار و نظریات سے آگاہی اور ان کی تفہیم میں مدد ملتی ہے جیسا کہ ملفوظات شاہ عبد الرزاق بانسوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب شاہ عبد الرزاق کی وفات کا وقت قریب تھا تو ان کے مریدوں نے عرض کیا کہ اپنے فرزند میاں غلام دوست محمد کو نصیحت فرمائیں۔شاہ صاحب نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"استقامت کے ساتھ بیٹھنا اور امراء اور سرکاری افسروں کے پاس حصول معاش کے لیے نہ جانا۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔مجھے جو کچھ اپنے مرشد سے ملا تھا وہ تجھے دے رہا ہوں۔اس میں مشغول رہنا انشاءاللہ اسی میں نفع ہو گا اور خدا تجھ سے راضی ہو گا"۔(۲۳)

۳۔ صاحب ملفوظات کی مجالس کی نوعیت اور اس میں شامل افراد کی حیثیت اور مقام کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ ملفوظات شاہ عالم گجراتی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مجلس میں اہل علم کثرت تعداد سے موجود ہوتے کیونکہ ان کو اہل علم کی صحبت زیادہ اچھی لگتی تھی۔اس حوالے سے پروفیسر محمد اسلم اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"مولانا سلیمان نے کنوز محمدی کے علاوہ رسالہ تکثیر الفوائد اور رسالہ نصرۃ محمدیہ بھی قلمبند کئے تھے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت والا کو اہل علم کی صحبت مرغوب تھی"۔(۲۴)

۴۔ صاحب ملفوظات کی مستقل تصانیف اور بعد میں وقوع پذیر ہونے والی نظریاتی تبدیلیوں سے بعض انکشافی پہلو منظر عام پر آتے ہیں۔جیسا کہ ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت میں لکھا ہے کہ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات "لطائف اشرفی" کے علاوہ دو تصانیف "اشرف الفوائد اور فوائد الاشرف کا ذکر بھی ملتا ہے ان

کے علاوہ ان کے مکتوبات کا مجموع "مکتوبات اشرفی" کے نام سے موسوم ہے ان کی تعلیمات کا مرکز سمجھا جاتا ہے مفتی غلام سرور لاہوری نے "خزینۃ الاصفیا" میں ان کی ایک اور تصنیف "بشارت المریدی" کا بھی ذکر کیا ہے۔ (۲۵)
صاحب کتاب نے صاحب ملفوظات کے بارے میں نظریاتی تبدیلی سے پردہ اٹھایا ہے۔ لکھا ہے کہ ابوالمکارم خاندانی رئیس اور امیر تیمور کے درباری امیر تھے بعد ازاں وہ شاہی منصب ترک کر کے درویش ہو گئے تھے۔ (۲۶)

۵۔ ملفوظات کی مدد سے صاحب ملفوظات کے علمی تبحر اور معاشرتی مقام سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔
جیسا کہ سید محمد الحسینی المعروف بہ بندہ نواز گیسو دراز کے ملفوظات "جوامع الکلم" کے مطالعہ سے انکے علمی تبحر اور معاشرتی مقام کا پتہ چلتا ہے اس بارے خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ:

> "سلطان فیروز تغلق نے جب کانگرہ فتح کیا وہاں سے سنسکرت کی اندازا تیرہ سو کتابیں اس کے ہاتھ لگیں۔ سلطان فیروز تغلق کو علم نجوم سے کافی دلچسپی تھی۔ علم نجوم پر سنسکرت کی چند کتابوں کا فارسی ترجمہ کروایا جس سے مسلمانوں میں علم نجوم کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا ۔حضرت گیسو دراز کی اہلیہ کے نانا مولانا جمال الدین علم نجوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے ،پیشگوئیاں کرتے رہتے تھے "(۲۷)

۶۔ ملفوظات کی مدد سے صاحب ملفوظات کی مستقل تصانیف کی فکری اور نظریاتی نکات کی تشریح اور ترجیحات سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ ملفوظات "خیر المجالس" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں وثائق، نظام و وعظ و نصیحت کرتے وقت بلا تکلف مقامی زبانوں کے الفاظ استعمال کرتے تھے انہوں نے زبان کو ذریعہ اظہار سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ صرف اور صرف فکری اور نظریاتی نکات عوام الناس تک پہنچانا مقصود رہتا تھا جس کی وجہ سے مقامی زبانوں میں ہی بات چیت کرتے (۲۸)

۷۔ مستقل تصانیف میں بیان شدہ ایمانی، علامتی اور مصالحاتی انداز بیان کی وجوہات اور تفسیر کے بیان سے نئی صورتحال کی تفہیم میں معاونت ملتی ہے۔ جیسا کہ پروفیسر محمد اسلم لکھتے ہے کہ:

> "ایک روز کسی شخص نے حضرت چراغ دہلی کی خدمت میں عرض کیا کہ خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات میں ایک بات اس کو سمجھ میں نہیں آئی۔ اس پر چراغ دہلی نے فرمایا کہ یہ ملفوظات انکے نہیں ہیں۔ ان میں بہت سی ایسی باتیں مرقوم ہیں جو ان کے اقوال سے مناسبت نہیں رکھتی "(۲۹)

پروفیسر محمد اسلم اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ

"مجھے اس پر تعجب ہے کہ ہمارے ایک فاضل بزرگ علامہ اخلاق حسین دہلوی نے ان کتابوں کو صحیح مانتے ہوئے "آئینہ ملفوظات" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے اور اس میں اپنا سارا زور ان کے صحیح ہونے پر لگا دیا"(۳۰)

۸۔　ملفوظات کی روشنی میں صاحب ملفوظات کے دور کی معاشرتی، ثقافتی، تاریخی، سیاسی، مذہبی اور سماجی زندگی کے جامع اور دلنشین حالات و واقعات کے تذکرے ملتے ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر محمد اسلم اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "ملفوظات کے مطالعہ سے ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ مخدوم جہانیاں جس زمانے میں مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے ان دنوں انہوں نے وہاں ایک نئی رسم دیکھی۔ کہ جب لوگ کسی کے ہاں تعزیت کے لئے جاتے تو پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تعزیت کرتے پھر متوفی کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہیں"[۳۱]۔ اس کی وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ احد سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو شہداء کے گھروں میں تعزیت کے لیے لوگ آرہے تھے لیکن حضرت حمزہ کے گھر میں خاموشی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمزہ کی شہادت پر آنسو بہانے والا کوئی نہیں ہے ؟ جب انصار تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اپنی خواتین کو حضرت حمزہ کی تعزیت کے لیے بھیجا تب سے وہاں یہ رسم پڑ گئی۔

۹۔　ملفوظات کی مدد سے اس وقت کے سماجی و سیاسی حالات اور واقعات اور ان کے اثرات سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ سلطنت دہلی کی ابتدائی دور میں مرتب ہونے والے ملفوظات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ چشتی بزرگوں کے نزدیک احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی مذمت ملتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد کے معاشرہ میں بھی یہی لعنت موجود تھی۔ سرور الصدور میں بھی سلطان التارکین نے بھی احتکار کی مذمت کی، موصوف کہا کرتے تھے کہ محتکر (ذخیرہ اندوز) کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ لوگ جس چیز سے غمناک ہوتے ہیں وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔(۳۲)

پروفیسر خلیق احمد نظامی فرماتے ہیں کہ بار بار ملفوظات میں عنوانات پر گفتگو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیاء نے سماج کے فاسد عناصر کی روک تھام کی تھی۔(۳۳)

۱۰۔　ملفوظات ضبط تحریر میں آکر تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں جن سے آئندہ نسل روشنی حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات کے مطالعے سے ایک نئی حقیقت منکشف ہوئی۔ نیوٹن نے کشش ثقل کا نظریہ

۱۶۶۶ء میں ایک سیب کو درخت سے نیچے گرتے دیکھ کر پیش کیا تھا۔اس نظریے کی دریافت سے دو صدیاں پہلے حضرت شاہ مینا(۱۴۷۹ء) نے حرکت طبعی، حرکت قصری اور حرکت ارادی کے عنوان سے نیوٹن کے نظریے سے ملتا جلتا ایک نظریہ پیش کیا تھا۔(۳۴)

ملفوظات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے تحقیق و تنقید ایک بہترین معیار ہے۔کسی شخصیت کے ملفوظات کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے متن اور سند تک رسائی ضروری ہے۔اس نقطہ نظر سے کسی شخصیت کا مکمل عکس اس کے ملفوظات میں درج مختلف گوشوں سے ترتیب دیا جا سکتا ہے کیونکہ ملفوظات ہی وہ واحد ذریعہ ہیں جن کی مدد سے کسی شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلو واضح ہوتے ہیں۔ تحقیقی انداز سے کسی شخصیت کے ملفوظات جو اس کی خود نوشتوں، ڈائری یا آپ بیتی پر مشتمل ہوں۔وہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔کیونکہ اپنی تحریر کے حوالہ سے شخصیت کے مختلف پہلو، افکار و نظریات کی زیادہ بہتر انداز میں تفسیر بیان ہو سکتی ہے۔جیسا کہ سراج نظامی نے "میرا محبوب شاعر" کے عنوان سے اپنی یادداشتیں قلمبند کی ہیں۔جس میں انہوں نے کم سنی کے زمانے میں اپنے محبوب شاعر کے دور دور سے دیدار کیے "بعد میں اقبال اور کلام اقبال سے محبت نے لحن داودی کے وصف سے ممتاز بنا دیا کہ خود علامہ اقبال بھی سراج نظامی سے اپنا کلام سن کر محظوظ ہوتے۔ایک بار فرمایا:

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے شعروں میں ڈوب کر پڑھتے ہو"(۳۵)

اپنی یادداشتوں میں اپنی ملاقاتوں کے علاوہ انہوں نے دو خواب بھی قلمبند کئے ہیں جن میں علامہ اقبال نے رہنمائی فرمائی۔خود نوشتہ ملفوظات کے بعد سب سے اہم کڑی ان لوگوں کی ہے جو صاحب ملفوظات کے اہل خانہ اور رشتہ دار ہوں اور اس کا انہیں قرب حاصل ہو اور جو اس کے اندرون خانہ اور بیرون خانہ اقوال و گفتار کو ضبط تحریر میں لاتے رہے ہوں۔بعد ازاں وہ احباب اسی زمرے میں شامل ہیں جنہیں اس کا قرب حاصل ہو۔ صحبتیں میسر ہوں ورنہ شخصیت کے حوالے سے ملفوظات قلمبند کرنا مختلف شکوک کو جنم دیتا ہے۔جیسا کہ "اقبال کے ہم نشین " کے حصہ دوم میں علامہ اقبال کے اہل خانہ، رشتہ دار، علامہ اقبال سے تین سال چھوٹی بہن، علامہ اقبال کی پہلی بیوی کریم بی بی، بیٹا آفتاب اقبال، دوسری بیوی سردار بیگم، بیٹی منیرہ صلاح الدین، برادر زادہ خالد صوفی اور بچوں کی جرمن گورنس مس ڈورس لینڈور کے علامہ اقبال کے بارے میں حالات و واقعات اور تاثرات پر مشتمل مضامین شامل ہیں۔کریم بی بی نے اپنے بڑے بھائی علامہ اقبال کے اندرون خانہ حالات و واقعات، اثرات اور مشاغل کے بارے میں مکمل رپورٹنگ کی ہے۔جس سے ان کی زندگی کا تقریباً ہر گوشہ منعکس ہوتا ہے(۳۶)

تحقیقی نقطہ نظر سے ملفوظات بیان کرنے والے کا تعلق ،مرتبہ، عمر،دور، نظریاتی ہم آہنگی،جذباتی وابستگی،نفسیاتی کیفیت، علمی مراتب،ذاتی تاثرات وتعصبات اور حافظہ سب کے سب قابل تحقیق ہیں۔جب تک کسی دوسرے شخص کے بیان کے متن کو سند کا درجہ عطا نہ ہو۔ قابل قبول و اعتبار نہیں ہے۔اس لحاظ سے خودنوشتہ تحریریں زیادہ قابل اعتماد اور دیگر ثانوی ماخذات قابل تحقیق و تصدیق ہیں کیونکہ عدم صحت کی بنیاد پر ملفوظات کی روشنی میں ترتیب دیے جانے والے سوانحی حالات،افکار و نظریات اور ان کی تشریح وتفسیر سے شخصیت کے مبہم اور مشکوک خدوخال اور عکس مرتب ہوں گے جو کہ منفی کردار کے عکاس ہوں گے۔اس لیے بہتر ہے کہ متن کی صحت کا جائزہ لیا جائے جب تک سند حاصل نہ ہو درخواعتناء نہ سمجھا جائے۔دراصل یہی ملفوظات شاعری اور نثری افکار کا تتمہ ہوتے ہیں۔انہیں ملفوظات سے بعض ملفوظات اور تصانیف کے پس منظر پر روشنی پڑتی ہے بعض اشعار ومضامین کا زمانہ تحریر اور سیاق و سباق واضح ہوتا ہے۔بعض اشعار و نکات کی تشریح خود شخصیت کی زبان سے ملتی ہے ۔ملفوظات میں خاص طور پر خام مواد موجود ہوتا ہے۔بہت سے دلچسپ واقعات،زندگی کے مختلف ادوار سے متعلق بعض حالات ،نئے پہلو،عادات و اطوار ،سفر کی تفصیلات ،صحت ،علاج معالجہ ،ماضی کا ذکر اور مستقبل کے خواب و عزائم،یہ سب کے سب ملفوظات میں آٹوبائیوگرافی کا دلچسپ قابل قدر لوازمہ رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ جامی،عبدالرحمن،شرح،شرح جامی، مطبع یوسفی،واقع نرنگی محل، لکھنو س ن

۲۔ سورۃ ق:۱۸

۳۔ لوئیس معلوف،المنجد، مترجم:مولانا سعد حسن خان، کتب خانہ دارالاشاعت، کراچی،۱۹۷۵ء،ص۹۲۷

۴۔ نورالحسن نیر،مولوی،نوراللغات، مقبول اکیڈیمی،لاہور،۱۹۸۸ء،ص۶۳۰

۵۔ سید احمد دہلوی،مولوی، فرہنگ آصفیہ، مطبع رفاہ عام،پریس لاہور،۱۹۰۸ء،ص۴۰۶

۶۔ فیروزالدین،مولوی فیروزاللغات،اردو جامع،فیروز سنٹر لمیٹڈ لاہور، س۔ن،ص۱۴۸۳

۷۔ مرتضیٰ حسین جعفری لکھنوی،جدید فہم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س۔ن،ص۹۱۴

۸۔ محمد اسلم،پروفیسر،ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت،ادارہ تحقیقات پاکستان،دانشگاہ پنجاب،لاہور،مارچ ۱۹۹۵ص۹

۹۔ شبلی نعمانی،علامہ، شعر العجم، مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم ۱۹۵۷ء،ج۵،ص۴۱

۱۰۔ وحید قریشی،ڈاکٹر،(مرتب)، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان، جامعہ پنجاب،لاہور،۱۹۷۱ء،ص۱۱۷

۱۱۔ رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر، تصانیف اقبال کا تحقیقی وتوضیحی مطالعہ، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور،۱۹۸۲ء،ص۳۹۰

۱۲ ۔ گیان چند، ادبی اصناف، گجرات اردو اکادمی (حکومت گجرات) گاندھی نگر ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۳، ۱۲۲

۱۳ ۔ خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۶

۱۴۔ نثار احمد فاروقی، نقد ملفوظات، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ لاہور، طبع اول ۱۹۸۹ ص ۲۱۰

۱۵۔ خلیق احمد نظامی، سم اسپیکٹ of ریلیجن اینڈ پولیٹیکس ان انڈیا ڈیورنگ ان تھرٹینتھ سنچری، ص ۲۷۰

۱۶۔ ملفوظات ادب کی تاریخی اہمیت، ص ۶۷

۱۷۔ ایضا، ص ۸۶

۱۸۔ نقد ملفوظات، ص ۲۶۷

۱۹۔ معین الحق، ڈاکٹر، پیش لفظ، ملفوظات شاہ، عبد العزیز، پاکستان ایجوکیشن پبلیشرز، کراچی-۱۹۶۰

۲۰۔ ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر، ملفوظات اقبال مع حواشی و تعلیقات، اقبال اکادمی پاکستان۔ ۹۰ بی۔ گلبرگ ۳ لاہور، ۱۹۷۷، ص ۲

۲۱۔ محمد کامگار خاں، ملفوظات خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی، مخطوطہ نمبر ۱۸۹، خانقہ، تونسہ شریف ص ۶۷

۲۲۔ ایضا، ص ۷۷

۲۳۔ ملفوظات رزاق ص ۹۶

۲۴۔ ملفوظات آداب کی تاریخی اہمیت، ص ۲۴۷

۲۵۔ ایضا، ص ۱۵۴

۲۶۔ ایضا، ۱۵۳

۲۷۔ خلیل احمد نظامی سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات مطبوعہ دہلی ۱۹۵۸ ص ۳۹۹

۲۸۔ ملفوظات ادب کی تاریخی اہمیت ص ۱۱۲

۲۹۔ ایضا، ص ۱۱۱

۳۰۔ ایضا

۳۱۔ ایضا

۳۲۔ خلیق احمد نظامی، نذر عرشی، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ ص ۴۴۴

۳۳۔ ایضا

۳۴۔ ایضا

۳۵۔ اقبال کے ہم نشین، ص ۱۸۰

۳۶۔ ایضا، ص ۲۵۲